اشارات

طریق انقلاب: اسلحہ یا رائے عامہ؟

خرم مراد

ایک نوجوان دوست لکھتے ہیں:

آج ساری دنیا میں اور بالخصوص پاکستان میں اسلام پر جو کچھ بیت رہی ہے' اس پر ہر مذہبی ذہن رکھنے والا پریشان ہے۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں۔ میرے جیسے لوگ صرف جذبات کی رو میں بہ سکتے ہیں' اصل معاملے کا فہم نہیں رکھتے۔ لیکن میرے جذبات گوش گزار ہیں۔

اس وقت پاکستان کو سیکولر بنانے کی تحریک بڑی پلاننگ سے چل رہی ہے۔ مانع حمل اشیا کی تشہیر کے ذریعے زنا کو آسان بنایا جا رہا ہے۔ میڈیا میں انتہائی فحش پروگرام کثرت سے پیش کیے جا رہے ہیں۔ ہر پہلو سے اسلامی شعار کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

جماعت اسلامی کشمیر میں جہاد کے لیے ابھارتی ہے' کیا ان کے اپنے ملک میں جہاد فرض نہیں ہے۔ کشمیر میں قتل اور گینگ ریپ ہے' پاکستانی اخبارات کبھی آپ کی نظر سے گزرتے ہیں۔ ایک وزیراعظم سود کو حلال قرار دے' دوسری وزیراعظم اسلامی سزاؤں کو ظالمانہ' کیا ان کے خلاف جہاد نہیں کرنا چاہیے۔ کیا جماعت اسلامی صرف جلسے جلوس ہی کرے گی۔ کیا جلسے جلوس سے انقلاب آجاتا ہے۔ کیا یہ جہاد کے زمرے میں آئیں گے۔ کشمیر میں جہاد کرنے والے یہاں کارروائی کیوں نہیں کرتے' فحاشی پھیلانے والے سینما ہال کو بم سے کیوں نہیں اڑاتے۔ قرآن کے متعلق بے ہودہ بات کرنے والے کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے کوئی غازی علم دین کیوں اس جماعت سے نہیں نکلتا۔ کیوں ان حالات میں مسلح کارروائی نہیں کی جاتی۔

جب تک آپ اپنے کو مقابلے کی طاقت بنائیں گے' کیا حکمران ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ تمام وسائل ان کے ہاتھ میں ہیں۔ آپ کے درس قرآن میں ۱۵ آدمی آئیں گے' ان کے

ٹی وی ڈرامے کروڑوں لوگ دیکھیں گے - نبی کریم ؐ نے صرف درس قرآن ہی نہیں دیے مار یں کھائیں - طاقت کے توازن کا انتظار نہ کیا' اپنے کو آگ میں جھونک کر کندن بنایا -

یقین کریں بہت دل چاہتا ہے کہ منی سینما ہال میں دھماکے کریں - ننگے جسم کی نمائش کرنے والی حوا کی بیٹیوں پر تیزاب ڈال کر ان کے چہرے مسخ کر دیں - مگر آپ جیسے علما فتویٰ دینے کے لیے تیار ہیں کہ تمام عمر جہنم میں جلو گے - مجھے بتائیں' بیٹھے بیٹھے اسلامی انقلاب کیسے آجائے گا - کیا الیکشن جیت کر؟ پھر بھی ناممکن ہے - الجزائر کی مثال آپ کے سامنے ہے -

ایک اور دوست لکھتے ہیں :

میں مولانا مودودی کو اپنا روحانی استاد مانتا ہوں' ان کی بے شمار کتابیں مطالعہ کر چکا ہوں - مگر مطالعہ کے دوران اپنی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے ابہام کا شکار ہو جاتا ہوں - سردست ایک مسئلہ پیش کر رہا ہوں -

ایک روزنامے کے صفحہ اول پر آنے والی کچھ تصاویر بھیج رہا ہوں - معذرت خواہ ہوں' مگر یہ ناپسندیدہ تراشے آپ کو دیکھنا پڑیں گے - عصر حاضر میں ہمیں الیکٹرانک میڈیا' ڈش انٹینا اور ویڈیو کلچر کا سامنا ہے - ملک میں ویڈیو سنٹروں اور ڈش انٹینا کی تعداد اور مساجد کی تعداد میں اب ۱:۱... کی نسبت ہے - بیرونی ثقافت ہماری چار دیواری کے اندر اتر آئی ہے - وقت ہمارے خلاف فیصلہ کر رہا ہے - جو نسل اس کلچر کی پیداوار ہوگی وہ اسلام پسند نہیں ہوگی -

میں سمجھتا ہوں کہ جماعت اسلامی کے پاس فکر مودودی کے علاوہ بھی بڑی طاقت ہے - ہر برائی کو طاقت سے روکنا عین اسلام ہے - لیکن جماعت نے معاشرے کی اصلاح اور نئی نسل کی بقا کے لیے کبھی بھی طاقت کا استعمال نہیں کیا - کیا گن پوائنٹ پر ثقافت' صحافت اور میڈیا کو سیدھا راستہ نہیں دکھایا جاسکتا - کیونکہ جب تک ہم سیاسی طور پر بااختیار ہوں گے' اس وقت تک شاید کئی صدیاں گزر جائیں گی -

یہ صرف دو خطوں کا معاملہ نہیں' خیالات کے یہ جھکڑ بہت سے دلوں میں چل رہے ہیں - اور اس میں تعجب کی بھی کوئی بات نہیں - ایک طویل عرصے سے بے شمار ملکوں میں غلبہ دین کی تحریکوں پر بدترین جبروتشدد ہو رہا ہے' بیش تر جگہ پرامن تبدیلی کے دروازے بالکل بند ہیں - جہاں برائے نام کھولے گئے ہیں وہاں عملاً مسدود ہیں' جیسے مصر میں - جہاں کچھ کامیابی ہوئی ہے وہاں بھی راستہ روک دیا گیا ہے' جیسے ترکی اور الجزائر میں - کہیں مواقع ہونے کے باوجود کامیابی نہیں ہو رہی' جیسے پاکستان میں (اگرچہ' وہ کامیاب ہوتی نظر آئے تو کیا ہوگا' یہ الگ مگر اہم سوال ہے!) - اور مسلمان حکمراں دم ہلا کر مغربی آقاؤں کے پیچھے چل رہے ہیں' ان کے سیاسی و معاشی مفادات پورے کر رہے ہیں' اس

کے جواب میں اگر چند لوگ تنگ آمد بجنگ آمد پر اتر آئے ہیں، تو انھیں دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ ان کی اور اپنی خاطر غیر اسلامی ثقافت کو فروغ دے رہے ہیں اور اسلامی قوتوں کو کچل رہے ہیں۔

غلبہ دین کے لیے طریق کار کا مسئلہ ایک عالمی مسئلہ ہے۔ اس کی وجہ سے، بعض تحریکوں میں افتراق پیدا ہوا ہے، اور متشدد، اسلحہ بردار گروہ وجود میں آئے ہیں۔ بعض جگہ بے اعتدالیاں بھی ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ ان خیالات اور بے اعتدالیوں کو بہانہ بنا کر، اندرونی اور بیرونی حکمران اسلامی تحریکوں کو کچل رہے ہیں، اور جہاں تحریکیں موقع نہیں دے رہیں وہاں کچلنے کے لیے فضا بنا رہے ہیں (جیسے پاکستان میں)۔

ہم نے اپنی جدوجہد کو جس اہتمام کے ساتھ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح تعلیمات کی بنیاد پر استوار کیا ہے، اللہ کا شکر ہے، اس کی بنا پر خیالات کی یہ رو عام نہیں ہے۔ جہاں موجود ہے وہاں بھی اس پر اطمینان نہیں ہے، نہ یہ جڑ پکڑ سکی ہے۔ اس کی بنا پر ابھی تک افتراق بھی نہیں پیدا ہوا ہے۔ لیکن پریشان خیالی، خصوصاً اگر اس کی بنیاد مایوسی ہو نہ کہ فکر و استدلال، قوت عمل کو منتشر کر دیتی ہے، شیرازہ بھی منتشر کر سکتی ہے، اور خطرناک نتائج سے دوچار کر سکتی ہے۔ اس لیے ان خطوط کے مندرجات ہماری گہری توجہ کے مستحق ہیں۔

چند اور محترم، صاحب علم و دانش ور دوست ہیں، جو ہمارے شریک قافلہ تو نہیں مگر غلبہ دین کی منزل کے ہماری طرح جویا ہیں۔ وہ اپنے موقف کے حق میں شرعی اور عقلی دلائل بھی لاتے ہیں، اور ملک کے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات اور اب تک کے انتخابات کے تجزیے سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جمہوریت کفر ہے، تبدیلی صرف مسلح جہاد سے آئے گی۔ بعض کے نزدیک اسلامی انقلاب، اپنی نوعیت کے اعتبار سے، انتخاب اور ووٹ سے آ ہی نہیں سکتا۔ بعض کہتے ہیں کہ پورا موجودہ نظام ہی باطل اور فاسد ہے، پہلے اس کو بدل دو۔ بعض کا خیال ہے کہ ہمارا نظام جس طرح کا ہے، اور موجودہ انتخابات جس انداز میں ہوتے ہیں، ان میں کامیابی ناممکن ہے مگر یونکہ ہمارا آئین بالغ رائے دہی کے ذریعے حکمرانوں کے عزل و نصب کی بنیاد پر قائم ہے، اور حکومت کی پرامن تبدیلی کا کوئی راستہ انتخاب کے علاوہ نہیں۔ اس لیے ان تمام سنجیدہ بحثوں کا حاصل بھی، ہمیں درج بالا پریشان خیالی و مایوسی سے کچھ زیادہ مختلف نظر نہیں آتا۔ لیکن کیونکہ جمہوریت اور انتخاب کا مسئلہ ذرا تفصیل طلب ہے، اس لیے اسے ہم کسی دوسرے وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

اس مسئلے پر صحیح فکر تک پہنچنے کے لیے، سب سے پہلے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے کہ غلبہ دین کی جدوجہد سے ہمارا اصل مطلوب و مقصود کیا ہے، اور اس سلسلے میں ہماری ذمہ داریوں کی

حدود و شرائط کیا ہیں۔ جتنا یہ ادراک روشن اور صحیح ہو گا' اتنا طریق کار کے بارے میں غلط سوچ یا روش پیدا ہونے کا امکان کم ہو گا۔ ایک دفعہ اس بات کو سمجھ لیں گے' تو فکر کی ایک وسیع' راست شاہراہ ہمارے ہاتھ آجائے گی۔ پھر تدابیر کے حسن و قبح کے بارے میں اختلاف و بے اطمینانی ہو سکتی ہے' مگر اس شاہراہ کے بارے میں شکوک کے کانٹے ہم خود بہ آسانی نکال پھینکیں گے۔ خیالات کے جھکڑ اڑا کر ادھر ادھر نہ لے جاسکیں گے۔ ہر حال میں شرح صدر کی دولت حاصل رہے گی۔

نصب دین کے معنی و مقصد کو تین باہم مربوط اجزا میں بیان کیا جاسکتا ہے:

ایک' معاشرے اور نظام میں اصلاح و تبدیلی اور اسے دین و شریعت کے مطابق اطاعت الٰہی اور قسط پر قائم کرنا۔ دوسرے' افراد انسانی کا تزکیہ و تعلیم' تاکہ وہ اللہ کے ساتھ جڑیں' اس کی بندگی کریں' اچھے انسان بنیں' اور بالآخر جنت میں جاسکیں۔ تیسرے' اپنی ذات کا تزکیہ اور اور اپنی زندگی میں اقامت دین' تاکہ بالآخر رضائے الٰہی حاصل ہو اور جنت میں جاسکیں۔

ان مقاصد اور ان کے لیے جدوجہد کے مقامات و حدود کیا ہیں؟

پہلی بات: ساری جدوجہد کا اصل مطلوب' صرف ایک ہے: اپنے لیے اور دوسرے افراد کے لیے' جنت کا حصول ممکن بنانا۔ اس لیے کہ اصل زندگی' آخرت کی زندگی ہے۔ ان الدار الآخرۃ لھی الحیوان۔ جو جنت میں داخل ہو گا وہی کامیاب ہو گا۔ فمن زحزح عن النار و ادخل الجنۃ فقد فاز۔ اس مطلوب کا ظہور آخر میں ہو گا اس لیے اس کا ذکر آخر میں ہے' لیکن اس کا مقام اولین ہے کیونکہ ہر کام سے یہی مقصد حاصل ہونا چاہیے' اور ہر قول و فعل کا محور اور معیار یہی ہونا چاہیے کہ وہ جنت سے قریب کرے گا یا دور۔

چنانچہ اگر حکم طاقت استعمال کرنے کا ہے تو پیچھے رہ جانا اور پیٹھ دکھانا گناہ ہو گا' لیکن اگر حکم ہاتھ روکے رکھنے کا ہے تو طاقت استعمال کرنا اور ہاتھ اٹھانا گناہ ہو گا۔

دوسری بات: اسی لیے' اصل اہمیت افراد کی ہے نہ کہ اجتماعی نظام کی۔ افراد کی اصلاح بجائے خود مطلوب ہے' جبکہ اجتماعی نظام کی اصلاح' انتہائی اہم ہونے کے باوجود' بجائے خود مطلوب نہیں۔ وہ افراد کی اصلاح اور ان کی دنیوی و اخروی فلاح کے لیے مطلوب ہے۔ اور اس لیے بھی کہ انسانوں کی قوت کے ذریعے ہی دین کا قیام ممکن ہے' انھی کے اوپر وہ قائم ہو گا' انھی کے ذریعے قائم رہے گا۔

چنانچہ اجتماعی اصلاح کی خاطر کوئی ایسے طریقے اختیار کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا جن سے افراد کی اصلاح کا دروازہ بند ہوتا ہو' یا وہ جنت سے دور اور آگ سے قریب ہوتے ہوں۔ تشدد سے دلوں کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ لوگوں کو مارنے سے ان کی ہدایت کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو

ہلاک کرنا اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ان پر اتمام حجت ہو گئی ہو' اور ان کی اصلاح سے مایوسی۔ اس کا تعین وحی الٰہی کے بند ہو جانے کے بعد ممکن نہیں۔ اس لیے' الا یہ کہ اللہ کے احکام کے مطابق جہاد کرتے ہوئے مخالفین مارے جائیں' صرف دین کی مخالفت یا گناہوں کی سزا میں لوگوں کو ہلاک کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ بے گناہوں کو' خصوصاً عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو مارنا' تو جہاد میں بھی منع ہے۔ اسی طرح' اگر مسلح انقلاب کی کوشش میں لوگ کثرت سے مارے جائیں' آبادیاں ملبہ بن جائیں' تو پاکیزہ نظام کن لوگوں پر قائم ہو گا اور اس کی برکات سے کون مستفید ہو گا۔ کیا صرف چند پاکیزہ نفوس

تیسری بات: ہر فرد انفرادی طور پر امتحان میں ڈالا گیا ہے' وہ خود ہی اپنی جواب دہی کرے گا۔ اسی لیے اس کو آزادی اور اختیار بخشا گیا ہے۔ اس کو مجبور کر کے اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ تو اس شیطان کو وسوسہ ڈالنے کے علاوہ انسان کے اوپر کوئی طاقت نہیں دی گئی۔ انبیا پر بھی بار بار واضح کیا گیا کہ تم کتنا ہی چاہو' کسی کو ہدایت پر چلانا تمھارے بس میں نہیں' تمھیں داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ انھیں دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا' اسی کے لیے مسئول بنایا گیا۔ لوگ مان لیں' جمع ہو جائیں' مطلوب قوت فراہم ہو جائے' ان کے ذریعے جہاد کر کے نظام بدل دیا جائے' یہ ایک الگ بات ہے۔

گن پوائنٹ پر ایک دل بھی سیدھا نہیں ہو سکتا' کجا یہ کہ سیاست' ثقافت' صحافت اور قوم سب کو سیدھا کر دیا جائے۔ مارشل لا کے ناکام تجربات ہمارے سامنے ہیں۔ جنرل یحییٰ ڈھاکہ آئے تھے' تو میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ آپ مسیحا کا رول نہ سنبھالیں۔ اگر ڈنڈے سے قوم کی اصلاح ہوا کرتی تو اللہ تعالیٰ انبیا کے بجائے فیلڈ مارشل مبعوث کیا کرتا۔ چنانچہ جدوجہد کرنے والوں کا پہلا فرض تو جو جانتے نہیں انھیں حق کا پہنچانا ہے۔ مطلوب حد تک یہ فرض ادا کیے بغیر طاقت کے استعمال کا جواز نہیں۔ جن کو ابدی زندگی کا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ہم ابھی تک ادا نہیں کر سکے' ان کو سینما ہال میں بیٹھے بیٹھے موت کا پیغام پہنچا دینا' کس طرح اللہ کو پسند ہو سکتا ہے؟ جن حوا کی بیٹیوں کے کانوں میں اب تک ہم وہ تریاق نہیں ڈال سکے جو ان کے دلوں کو سلیم بنا سکتا ہے' ان کے اوپر تیزاب ڈال کر ان کے چہرے مسخ کر دینے سے ہم جنت کے مستحق کیسے بن سکتے ہیں؟

چوتھی بات: طاقت کا استعمال اگر جائز بھی ہو تو اس کے لیے ایک سرجن کی سی ہمدردی' سوز اور مہارت ضروری ہے۔ جہاں اس استعمال کے پیچھے مایوسی' غصے اور نفرت کے نفسانی جذبات کارفرما ہوں وہ نہ استعمال کرنے والوں کے لیے فلاح کا باعث ہو سکتا ہے' نہ مقصد اصلاح کے لیے۔

پانچویں بات: اسی لیے جب تک پرامن ذرائع سے دعوت پہنچانے' منوانے اور اجتماعی تبدیلی لانے کے راستے کھلے ہوئے ہوں' اور جس وقت تک رائے عامہ اسلامی انقلاب کی پشت پناہی کے لیے

تیار نہ ہو جائے' اس وقت تک اسلحہ اٹھا کر جہاد کرنا صحیح نہیں ہو گا۔ اور حکمرانوں کے چند اقوال و افعال کی بنیاد پر ان کی تکفیر کر کے ان کے خلاف ہتھیار اٹھانے کا تو کوئی حکم ہمیں نہیں ملتا۔ پاکستان میں نہ صرف یہ کہ دعوت کی راہ میں کوئی جبر و تشدد حائل نہیں بلکہ لوگوں کو ساتھ لے کر انتخابات کے پر امن ذریعہ سے حکومت کی تبدیلی بھی ممکن ہے۔ اسی لیے سید مودودی نے واضح طور پر کہا تھا: "آپ جس ملک میں کام کر رہے ہیں' وہاں ایک آئینی اور جمہوری نظام قائم ہے۔ اس نظام میں قیادت کی تبدیلی کا ایک ہی آئینی راستہ ہے: انتخابات۔ ایک آئینی و جمہوری نظام میں رہتے ہوئے تبدیلی قیادت کے لیے کوئی غیر آئینی راستہ اختیار کرنا شرعاً آپ کے لیے جائز نہیں۔ اسی بنا پر آپ کی جماعت کے دستور نے آپ کو اس امر کا پابند کیا ہے کہ آپ اپنے پیش نظر اصلاح و انقلاب کے لیے آئینی و جمہوری طریقوں ہی سے کام کریں (لائحہ عمل' ص ۲۰۵)۔

چھٹی بات: برائی کو ہاتھ سے روکنا یقیناً اسلام کا حکم ہے' لیکن حکم اس چیز کے لیے ہے جو ہمارے دائرہ اختیار میں ہو' جہاں یقینی ہو کہ ہاتھ کے علاوہ دوسرے ذرائع سے اصلاح کا امکان نہیں' جہاں ایک منکر کے ازالہ سے دوسرا اس سے بڑا منکر وجود میں نہ آئے' خصوصاً فساد فی الارض جیسا منکر نمودار ہو۔ احیاء العلوم میں اس موضوع پر امام غزالی نے شافی بحث کی ہے۔

ساتویں بات: اس طریق کار پر عمل کرنے کے لیے بڑے صبر کی ضرورت ہے۔ صبر ہی سے تقویٰ اور حکمت کا سرمایہ ہاتھ آتا ہے جو کامیابی کے لیے ناگزیر ہے۔ وان تصبروا وتتقوا۔ ۱۹ آیات میں قرآن نے نبی کریمؐ کو صبر کرنے کی تاکید کی ہے' جدوجہد کا فیصلہ اللہ پر چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ ۲۰ سے زیادہ آیات میں جنت اور دنیا میں کامیابی صبر کے ساتھ مشروط کی گئی ہے۔

پر امن اعلائے کلمتہ الحق میں یقیناً ابھی کامیابی نہیں ہو رہی' اور دیر لگ رہی ہے' لیکن کیا مسلح جدوجہد کے ذریعے سے کامیابی ہو رہی ہے' یا جلد منزل ہاتھ آتی نظر آ رہی ہے؟ اگر ایک طرف الجیریا' ترکی اور پاکستان میں ناکامی کی مثالیں ہیں' تو دوسری طرف مسلح جدوجہد کے باوجود شام' مصر' افغانستان اور خود الجیریا میں بھی ناکامی کی مثالیں موجود ہیں۔ یقیناً جہاں پر امن ذرائع سے کام ہو رہا ہے' وہاں غلط حکومتیں قائم ہیں' اور بگاڑ بڑھ رہا ہے۔ لیکن جہاں طاقت استعمال ہو رہی ہے' کیا وہاں حکومتیں گر رہی ہیں اور بگاڑ کم ہو رہا ہے؟

جماعت اسلامی' سید مودودی کی دعوت پر جمع ہوئی ہے۔ انھوں نے اسے قرآن و سنت کی روشنی میں جس طریق کار کا پابند کیا' وہ انھی کے الفاظ میں سنیے: ۱۹۶۲ میں' مکہ معظمہ میں' وہ ان عرب نوجوانوں سے خطاب کر رہے تھے۔ جو ۱۰ سال سے ایسے بد ترین جبر و استبداد اور تعذیب و تشدد کا

شکار تھے جس کا عشر عشیر بھی پاکستان میں پیش نہیں آیا۔ ان سے انھوں نے کہا: "میری آخری نصیحت یہ ہے کہ آپ کو خفیہ تحریکیں چلانے اور اسلحہ کے ذریعے انقلاب برپا کرنے کی کوشش نہ کرنا چاہیے۔ یہ بھی دراصل بے صبری اور جلد بازی ہی کی ایک صورت ہے' اور نتائج کے اعتبار سے دوسری صورتوں کی بہ نسبت زیادہ خراب ہے۔ ایک صحیح انقلاب ہمیشہ عوامی تحریک ہی کے ذریعے سے برپا ہوتا ہے۔ کھلے بندوں عام دعوت پھیلایئے ... لوگوں کے خیالات بدلیے' اخلاق کے ہتھیاروں سے دلوں کو مسخر کیجیے۔ اس طرح بتدریج جو انقلاب برپا ہو گا وہ ایسا پائے دار اور مستحکم ہو گا جسے مخالف طاقتوں کے ہوائی طوفان محو نہ کر سکیں گے۔ جلد بازی سے کام لے کر مصنوعی طریقوں سے اگر کوئی انقلاب رونما ہو جائے تو جس راستے سے آئے گا اسی راستے سے وہ ہٹایا جا سکے گا" (تفہیمات' ج ۲' ص ---)

پھر ۱۹۶۸ میں لندن کے عربی رسالہ مجلة الغربا کو انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے مزید کہا: اسلامی تحریکوں کے کارکنوں کو "ہر طرح کے خطرات و نقصانات برداشت کر کے بھی علانیہ' پرامن اعلائے کلمت الحق کا راستہ ہی اختیار کرنا چاہیے' خواہ اس کے نتیجے میں ان کو قید و بند سے دوچار ہونا پڑے' یا پھانسی کے تختے پر چڑھ جانے کی نوبت آئے" (تصریحات' ص ۱۵۷)۔

ہمیں یقین ہے کہ ہمارے دوست' مایوسی اور غم و غصے سے بالاتر ہو کر' سوچیں گے تو انھیں شرح صدر حاصل ہو جائے گا کہ جو بنیادی طریق کار جماعت اسلامی نے اختیار کیا ہے وہ عین قرآن و سنت کا منشا ہے۔ دنیا میں بھی کامیابی کا امکان ہے تو اسی طریق کار میں مضمر ہے۔

اس سب کے باوجود' جب سے وزیراعظم نے امریکہ کو یہ پیش کش کی ہے کہ وہ پاکستان کو اسلامی بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے خلاف فرنٹ لائن ریاست بنانے کے لیے تیار ہے' اس وقت سے حکومت اور میڈیا کے چند حلقوں نے دینی عناصر کے خلاف بالعموم' اور جماعت اسلامی کے خلاف بالخصوص' دہشت گردی اور مسلح جدوجہد کے بے بنیاد اور من گھڑت الزامات کی ایک منظم مہم چلا رکھی ہے۔ کبھی دینی مدارس کو ہدف بنایا جاتا ہے' کبھی فرقہ وارانہ تشدد اور نفرت کو۔ حالانکہ سیکولر اداروں میں تشدد کچھ کم نہیں' اور کراچی و پنجاب میں "جمہوریت" کے دعوے داروں کے درمیان قتل و خون ریزی اور منافرت و تشدد کے مقابلہ میں مذہب کے نام پر کارروائیاں کچھ بھی نہیں۔ رمزی یوسف کی گرفتاری ہو' مصری سفارت خانے پر بم کا دھماکا ہو' مرحوم جنرل ضیاالحق کے دور کا ذکر ہو' انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کا کوئی طالب علم ملوث پایا جائے' فرقہ وارانہ فساد ہو' ملی یک جہتی کونسل کا قیام ہو' جماعت اسلامی کا اجتماع عام ہو' فوجی افسروں پر ڈسپلن کی خلاف ورزی کا الزام ہو' تان اسلام کے '

دینی عناصر کے ' اور جماعت اسلامی کے خلاف آکر ٹوٹتی ہے۔

اس پروپیگنڈا مہم کے خطوط واضح ہیں : گوئبلز کی طرح جھوٹے الزامات لگاتے جاؤ ' ہر چیز کا رشتہ اسلام اور اسلام کے شعار و علامات سے جوڑو ' ایک بھیانک تصور بناؤ ' اور اس طرح عام ذہن کو زہر آلود کر دو۔ فوجی افسر کیا کرنا چاہتے تھے ' کوئی بات ثابت نہیں۔ لیکن بڑی چابک دستی سے اس کا "رشتہ اسلامی انقلاب" "امیرالمومنین" بننے ' اور "شریعت" نافذ کرنے سے جوڑ دیا گیا۔ مسلم ممالک سے مہمان آئے ' تو وہاں کی غیر قانونی ' دہشت گرد جماعتوں سے رابطوں کے جال کی نشاندہی کر دی گئی۔ جماعت اسلامی کے اجتماع عام میں اسلامی انقلاب کے نعرے لگے ' تو اس پر بغاوت پر اکسانے کا الزام دھر دیا گیا ' اس کو غیر قانونی سرگرمیوں کا مرتکب ٹھہرایا گیا اور الارم کا بگل بجا دیا گیا کہ جمہوریت ' دہشت گرد اور عسکریت پسند بنیاد پرستوں کے ہاتھوں سب سے سنگین خطرے سے دوچار ہے۔

جماعت اسلامی ' مستقلاً اپنے اس طریق کار پر گام زن ہے کہ "تبلیغ و تلقین اور اشاعت افکار کے ذریعے سے ذہنوں اور سیرتوں کی اصلاح کی جائے اور رائے عامہ کو ان تغیرات کے لیے ہموار کیا جائے جو جماعت کے پیش نظر ہیں"۔ جماعت کی نصف صدی کی تاریخ ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح سب کے سامنے ہے۔ کوئی شخص اس پوری تاریخ میں کوئی داغ نہیں دکھا سکتا کہ اس نے کبھی اپنے دستور کی خلاف ورزی کی ہو ' اور ایسے ذرائع اور طریقے اختیار کیے ہوں جو "صداقت اور دیانت کے خلاف ہوں یا جن سے فساد فی الارض رونما ہوتا ہو"۔

اس کی سرگرمیوں میں غالب حصہ دعوتی ' تبلیغی ' تعلیمی اور رفاہ عامہ کے کاموں کا ہے ' یہ تو اظہر من الشمس ہیں۔ یہ بات بھی سب ہی جانتے ہیں کہ اس نے قرارداد مقاصد کا مطالبہ منظور کرایا تو رائے عامہ ہموار کر کے ' اسلامی دستور کی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کیا تو رائے عامہ کے بل پر ' ایوب خاں کے مارشل لا کے خلاف جدوجہد کی تو جمہوری طریقوں سے ' ان سے بنیادی حقوق بحال کروائے تو نومیل لمبا دستخطی محضرنامہ تیار کر کے ' بھٹو صاحب کے سول مارشل لا سے نجات حاصل کی تو انھی کی آمبلی کے فلور پر ' قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا تو انھی کی آمبلی کے قانون کے ذریعے ' ان کی جمہوری آمریت کے خلاف جدوجہد کی تو انتخابات کے جمہوری طریقے سے ' یہاں تک کہ اسے خلاف قانون قرار دیا گیا ' قید اور پھانسی کی سزائیں دی گئیں ' تو بھی اس نے عدالتوں ہی سے رجوع کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان ' اور تمام مسلم ممالک میں ' جمہوریت کو کچلنے اور سیاسی و معاشی آزادیوں سے محروم کرنے میں پیش پیش سیکولر اور لبرل ' فوجی اور سیاسی عناصر رہے ہیں۔ مگر خطرناک

گردانا جاتا ہے تو دینی عناصر کو۔ مصطفیٰ کمال' جمال عبدالناصر' سوکارنو' ایوب خاں' بھٹو' صدام حسین' حافظ اسد ... ان میں سے کسے مذہبی کہا جاسکتا ہے ۔ جماعت اسلامی نے ایک طرف ہمیشہ آمریت کے خلاف اور جمہوریت کی بحالی کے لیے جدوجہد کی ہے تو اس نے دوسری طرف' اس نے کبھی سیاسی مزاحمت کو ایسی منافرت میں نہیں بدلنے دیا جو قومی مفاد کے لیے نقصان دہ ہو' جیسی کہ آج پیپلز' مسلم لیگ اور ایم کیو ایم کر رہے ہیں ۔ ایوب خاں کے مارشل لا کے خلاف وہ پیش پیش تھی' انھوں نے جماعت اسلامی کو غیر قانونی قرار دیا اور اس کی ساری قیادت کو جیل بھیج دیا' مگر ۱۹۶۵ کی جنگ میں سید مودودی نے بلاتامل دست تعاون دراز کر دیا ۔ وہ ختم ہوئی تو پھر تحریک بحالی جمہوریت کی قیادت میں مصروف ہو گئے ۔ بھٹو صاحب کی سول آمریت کے خلاف بھی جماعت نے بھرپور جدوجہد کی' مگر ان کی بدترین گالیوں اور انسانیت سوز کارروائیوں کے باوجود' جب وہ شملہ کانفرنس کے لیے گئے تو میاں طفیل محمد انھیں رخصت کرنے ایرپورٹ گئے ۔ ضیاء الحق صاحب نے افغان جہاد کی پشت پناہی کی' اور قانون اور ثقافت میں کچھ اسلامی اقدامات کیے تو جماعت نے ان اقدامات کو سراہا' مگر کوئی دن ایسا نہ گیا جب ان پر یہ دباؤ نہ ڈالا ہو کہ وہ وردی اتاریں' بنیادی حقوق بحال کریں' اور حکومت عوام کے منتخب نمایندوں کے حوالے کر دیں ۔

حق یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے خلاف حکومت اور میڈیا کے چند حلقوں کے الزامات محض من گھڑت ہونے سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں رکھتے ۔ لیکن ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ یہ الزام ایک گھناؤنے منصوبے کا حصہ ہیں' جس کا مقصد جماعت اسلامی اور دیگر دینی اداروں اور تنظیموں کو کچلنا ہے ۔

چنانچہ لاہور کا انگریزی روزنامہ دی نیوز اپنے اداریہ میں جماعت اسلامی پر انگلی رکھتے ہوئے کہتا ہے : بے شک صدر اور وزیراعظم ' مذہب کے لبادے میں دہشت گردی کے اس خطرے سے لڑنے کا عزم کر چکے ہیں' لیکن اس کے لیے مضبوط سیاسی ارادے اور عوام اور تمام خفیہ ایجنسیوں کی پشت پناہی ضروری ہے ۔ "یہ کیوں ضروری ہے؟ کیونکہ "ماضی میں آدھے پونے اقدامات سے کوئی فائدہ نہیں ہوا' الٹا ان مذہبی انقلابیوں کے حوصلے اور مضبوط ہوئے" ۔ اب تو اسے پوری طرح کچلنے اور ختم کرنے کی ضرورت ہے ۔ "حکومت اکیلے یہ عظیم کام سرانجام نہیں دے سکتی' جسے ہر سطح پر اور ہر شعبے میں کیا جانا ضروری ہے ۔ اس لیے حکومت اور اپوزیشن کو متحد ہو جانا چاہیے تاکہ سیاسی و معاشی آزادی کے خلاف اس سنگین خطرہ کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا جائے" ۔

کراچی کا انگریزی ماہنامہ ہیرالڈ لکھتا ہے : "حکومت کا سارا نزلہ سپاہ صحابہ جیسے فرقہ وارانہ گروہوں پر گرتا ہے' جن جماعتوں کے بین الاقوامی دہشت گردی سے روابط ہیں' ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاتی ۔ (مصری سفارت خانہ پر حملہ کے بعد) اب بھی ایسا لگتا ہے کہ حکومت کے

اعصاب جواب دے رہے ہیں"۔ اس کالم کے اوپر جماعت اسلامی کے اجتماع عام اور امیر جماعت قاضی حسین احمد صاحب کی تصویر ہے۔

اس مہم کی تازہ ترین اور سب سے شرمناک مثال فار ایسٹرن اکنامکس ریویو دی نیوز ہیرالڈ میں اور دیگر اخباروں میں احمد رشید کی یہ خبر ہے کہ "جماعت اسلامی چین کے سنکیانگ صوبے میں اسلامی انقلاب کے لیے مسلح جدوجہد کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ بیجنگ کو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سنکیانگ میں تیزی سے بننے والی مساجد و مدارس کے لیے رقم کہاں سے آ رہی ہے؟ چین نے بارہا اسلام آباد سے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان میں جماعت اسلامی اور اس جیسے دینی گروپوں پر پابندی لگائی جائے"۔ اگرچہ اگلے ہی روز چین کی حکومت نے اس من گھڑت خبر کی مکمل تردید کر دی' لیکن خبر برقرار رہی۔ اس کا مقصد بالکل عیاں ہے۔ لوگ کس طرح میڈیا کے یک طرفہ اور من گھڑت الزام پر یقین کر لیتے ہیں' اس کی نمایاں مثال فوجی افسران پر مبینہ "اسلامی انقلاب" کے الزام کی ہے۔ جو کہانی حکومت نے بیان کی ہے اس میں سنگین خلا ہیں' ثبوت کا شائبہ بھی فراہم نہیں کیا گیا ہے' مقدمہ شروع نہیں ہوا ہے' کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کے لیے فوج اور حکومت تیار نہیں' لیکن اس خبر پر اس طرح یقین ظاہر کیا گیا ہے گویا آسمان سے وحی نازل ہوئی ہے' اور اس کے بہانے فوج میں اسلامیت کو' اسلام کو' اور اسلامی تحریکوں کو جی بھر کے لتاڑا گیا ہے۔

یہ صورت حال اس بات کا اندیشہ پیدا کرنے کے لیے کافی ہے کہ جماعت اسلامی پر ہاتھ ڈالنے کے لیے فضا بنائی جا رہی ہے' اور یہ اقدام کرنے کے لیے یہ ضروری نہ ہوگا کہ جماعت کے خلاف کوئی الزام ثابت بھی کیا جائے۔ اگرچہ ہم توقع رکھتے ہیں کہ' پاکستان کی سیاسی و سماجی روایات کے پس منظر میں' یہ کام آسان نہ ہوگا' لیکن ہمیں تمام آزمائشوں کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ ہم پورے شرح صدر اور استقامت سے اسی طریق کار پر جمے رہیں جس کی تعلیم قرآن و سنت نے دی ہے' اور جس پر سید مودودی ہمیں قائم کر گئے ہیں۔ جوش اور جذبات میں ہمارا قدم اس راہ سے ہٹنے نہ پائے۔ حکومت اور میڈیا کے غلط پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کے لیے عوامی روابط کا جال بچھا دیں۔ اس صورت حال کو رونما ہونے سے روکنے کے لیے تمام حکیمانہ تدابیر اختیار کریں۔ خصوصاً زیادہ سے زیادہ دوست بنائیں' تاکہ کسی ایسے وقت ہم تنہا نہ ہوں۔ اصل دوست اللہ ہے' اس سے اپنی دوستی مضبوط کریں۔ اتنا صبر اور اتنا عزم پیدا کریں کہ' سید مودودی کی ہدایت کے مطابق "ہم علانیہ پرامن اعلائے کلمۃ الحق کے راستہ" پر ہی چلتے رہیں' "خواہ اس کے نتیجے میں قید و بند سے دوچار ہونا پڑے یا پھانسی کے تختے پر چڑھ جانے کی نوبت آ جائے"۔